© rasailojaraid.com

مقالہ خصوصی

آخری قسط

حکیم محمود احمد ظفر

جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ

ان کے علاوہ اور بھی کئی مقام پر حضرت علامہ نے اس جمہوریت کی جس کو آج پاکستان میں بڑے زور شور سے نافذ کیا گیا ہے، تردید کی ہے اور اس کو سرمایہ داروں کی جنگ زرگری قرار دیا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض علمائے کرام بھی اسی رو میں بہہ گئے اور سیکولر اور غیر اسلامی جماعتوں کے قائدین کے ساتھ مل کر انہوں نے بھی جمہوریت زندہ باد کے نعرے لگانا شروع کر دیئے اور اسلام کے خلافتی نظام کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا۔ حالانکہ اس جمہوری نظام کے خلاف ایک عالم ہی نے آواز اٹھائی تھی اور وہ تھے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی۔ آپ نے اپنے مختلف مواعظ اور کتابوں میں اس نظام حکومت کو احمقوں کی حکومت قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا:

"مولانا محمد حسین الہ آبادی نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں اور بیوقوف زیادہ۔ تو اس قاعدے کی بنا پر کثرت رائے کا فیصلہ بیوقوفی کا فیصلہ ہوگا۔ (۱) (وعظ تقلیل الاختلاط مع الانام ص ۲۶)

ایک اور وعظ میں فرمایا:

"اوّل تو کثرت رائے میں احمقوں کو جمع کیا جاتا ہے۔ ان کی کثرت تو حماقت ہی کی طرف ہوگی۔ پھر ان سے بھی پہلے اپنی رائے منوالی جاتی ہے اور سبق کی طرح پڑھا دیا جاتا ہے کہ ہم یوں کہیں گے تو یوں کہہ دینا جیسے وکیل گواہوں کو پڑھاتے ہیں۔ اب وہ کثرت کیا خاک ہوئی"۔ (وعظ النساء ص ۱۴)

آپ نے اپنے ایک وعظ میں جمہوری اور شخصی حکومت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی...... فرمایا:

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں وہ بھی شخصیت ہی کے حامی ہیں، مگر شخص کبھی حقیقی ہوتا ہے کبھی حکمی۔ فلسفہ کا مسئلہ ہے کہ مجموعہ بھی شخص واحد ہے مگر وہ واحد حکمی ہے حقیقی نہیں۔ تو یہ لوگ جس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا اتباع کرتے ہیں اس میں گو بظاہر بہت سے آدمی ہوتے ہیں مگر مجموعہ مل کر پھر شخص واحد ہے کیونکہ جو قانون پاس ہوتا ہے وہ سب کی رائے سے مل کر پاس ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں بھی ہر شخص آزاد نہیں کہ جو رائے دے دے وہی پاس ہو جایا کرے۔ اگر ایسا بھی ہوتا جب بھی کسی قدر آدمی کا دعویٰ صحیح ہوگا مگر وہاں تو پارلیمنٹ کے بھی ہر شخص کی انفرادی رائے معتبر نہیں بلکہ اجتماعی رائے معتبر ہے کیونکہ مجموعہ مل کر واحد حکمی ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہم شخص واحد حقیقی کے حامی ہیں اور تم شخص واحد حکمی کے حامی ہو۔ جمہوریت کے حامی تو تم بھی نہ رہے۔ جمہوریت اور آزادی کامل تو جب ہوتی جب ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہوتا، کوئی کسی کا تابع نہ ہوتا۔ نہ ایک بادشاہ کا نہ پارلیمنٹ کے دس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ممبروں کا۔ اور یہ کیا آزادی ہے کہ تم نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو پارلیمنٹ کے دس ممبروں کی رائے کا تابع بنا دیا۔ ہم تو ایک ہی کا غلام بناتے تھے تم نے دس کا غلام بنا دیا۔ تمہیں فیصلہ کر لو کہ ایک کا غلام ہونا اچھا ہے، یا دس بیس کا غلام ہونا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص پر ایک کی حکومت ہو وہ اس سے بہتر ہے جس پر دس بیس کی حکومت ہو۔ یہ حاصل ہے جمہوری سلطنت کا کہ رعایا کی غلامی سے تو اسے بھی انکار نہیں، مگر وہ یہ کہتی ہے کہ تم دس بیس کی غلامی کرو اور یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک کی غلامی کرو"۔

مشہور ماہر سیاسیات (Lucky) نے بھی لکھا ہے کہ جمہوریت سب سے زیادہ جاہل اور نااہل لوگوں کی حکومت ہے جو لازمی طور پر تعداد میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔" (اصول سیاسیات ص ۲۱۰ از صفدر رضا)

اپنے ایک اور وعظ میں حضرت تھانوی نے فرمایا:

"غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں محض شخصی حکومت کی تعلیم ہے۔ ان مفاسد کی وجہ سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے وہ سلطنت شخصی میں محتمل ہی ہیں اور جمہوری میں متیقن ہیں۔ شخصی حکومت میں یہ خرابیاں بیان کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے حالانکہ ممکن ہے کہ کسی وقت اس کی رائے غلط ہو، اس لئے ایک شخص کی رائے پر سارا نظام نہ چھوڑنا چاہیے بلکہ ایک جماعت کی رائے سے کام ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح شخصی سلطنت کے بادشاہ کی رائے میں کبھی غلطی کا احتمال ہے اسی طرح جماعت کی رائے میں بھی غلطی کا احتمال ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ یہ ایک شخص کی رائے ہمیشہ غلط ہوا کرے اور دس کی ہمیشہ صحیح ہوا کرے۔ بلکہ ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ذہن نہیں پہنچتا...... تو جماعت کی رائے کا غلط ہونا بھی محتمل ہے۔ اب بتلایئے کہ اگر کسی وقت بادشاہ کی رائے صحیح ہوئی اور پارلیمنٹ کی رائے غلط ہوئی تو عمل کس پر ہوگا۔ جمہوری سلطنت میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے۔ بادشاہ اپنے رائے سے فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ کثرت رائے سے مغلوب ہو کر غلط رائے کی موافقت پر مجبور ہوتا ہے۔ اور شخصی سلطنت میں بادشاہ اپنی رائے پر ہر وقت عمل کر سکتا ہے اور جمہوری میں اکثر کثرت رائے غلطی پر ہوئی تو صحیح رائے پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ سب مجبور ہیں غلط رائے کی موافقت پر۔ اور یہ کتنا بڑا ظلم ہے اس لئے یہ قاعدہ کلی غلط ہے کہ کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہے کہ صحیح رائے پر عمل کیا جائے خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو"

یہ مختصر سے اقتباسات تھے جو نقل کئے گئے۔ مولانا تھانوی نے مختلف وعظوں میں مختلف طریقوں سے جمہوریت کی اس کثرت رائے کی قلعی کھولی ہے۔ ایک جگہ یہ بتایا کہ جو لوگ کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار رکھتے ہیں وہ بادشاہ کو تنہا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیتے، وہ پہلے ہی سے اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ ایسا ضعیف الرائے ہے کہ اس کی تنہا رائے قابل اعتبار نہیں اور وہ نااہل ہے، تو واقعی جو لوگ اپنے بادشاہ کو ایسا سمجھتے ہیں ہم اس سے گفتگو نہیں کرتے"

© rasailojaraid.com

... کریمہ اور

... جمہوریت ... لیکن پاکستان میں ان
جمہوریت گزیدہ مولوی حضرات نے معلوم نہیں اسلام کو جمہوریت میں مقید کر دیا اور اسلام کا خلافتی نظام چھوڑ کر جمہوریت کے اس کفریہ نظام کو اپنانے لگے اور اس کو رائج کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ کی ساری حدود کو توڑ کر رکھ دیا۔ اسلام میں عورت کے سربراہِ مملکت ہونے کے جواز کے فتوے دیئے۔ سیکولر پارٹیوں سے صرف جمہوریت کے لئے اتحاد کیا کیونکہ ان کا مقصد زندگی جمہوریت اور الیکشن ہیں۔ حالانکہ جس جمہور کی حاکمیت جمہوریت میں تسلیم کی جاتی ہے ان کے الیکشن کے موقع پر باقاعدہ سودے ہوتے ہیں۔ اور انتخاب کی منڈمی میں بعض تھوک فروش جاگیردار، وڈیرے اور بڑے سرمایہ دار بہت بڑے پیمانے پر یہ کاروبار کرتے ہیں۔ امریکہ ایسے قبلہ جمہوریت کا یہ حال ہے کہ اس کی ایک ریاست ٹینس سی کے ایک شخص کے قبضے میں ستر ہزار ووٹ تھے اور یہ شخص ٹیلی فون پر بیٹھا ووٹوں کے سودے کیا کرتا۔ اسی طرح ایک مغربی مصنف ایمزے میور (Remsay Muir) نے اپنی ایک کتاب (How England is Governed) میں انگلستان کے بارہ میں بھی ایسا ہی لکھا۔ ووٹروں کے سودے صرف پاکستان میں ہی نہیں ہوتے بلکہ دنیا کے جس ملک میں جمہوریت ہے وہاں ووٹروں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں لاسکی (Laski) کی کتاب (The crises of Democracy) اور ہرن شا (Hearn shaw) کی کتاب Democracy on the crossway پڑھنے کے قابل ہیں۔

ایسے جمہوریت زدہ علماء کے بارہ میں ایک بزرگ نے بڑے پتے کی بات فرمائی ہے کہ

"ہمارے علمائے کرام نے سیکولرزم کی تردید کے جوش میں سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو سیاسی بنا دیا۔ ان کا کہنا یوں تھا کہ سیاست کو دین سے الگ نہ ہونا چاہیے لیکن کہا یوں کہ دین کو سیاست سے الگ نہیں ہونا چاہیئے۔"

تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت کی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ اس سے امیر دن بدن امیر تر ہوتا جارہا ہے اور غریب روز بروز غریب تر، لیکن دوسری طرف جمہوری نظام کی حمایت کی جارہی ہے اور اس کو ملک میں مستحکم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جو کہ نہ صرف سرمایہ دارانہ نظام کی فرع ہے بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کو دنیا میں قائم ہی اس نے کیا ہے۔ یہ حصول زر کی دوڑ اور مسابقت، شخصی ملکیت کا غیر محدود حق، اجیر و مستاجر میں کھینچا تانی، منکرات و فواحش کا فروغ، بے روزگاری، اخلاق سوز حرکات، جنسی بے راہ روی، نوآبادیاتی نظام، سود، بیمہ اور دیگر مفاد پرستانہ حربے اسی جمہوریت ہی کی کوکھ سے نکلے ہیں۔ یاد رکھو

منتظر ہے یہ جہان آئینِ پیغمبر کا آج
ورنہ سب بیکار ہے جمہور ہو یا تخت و تاج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام میں سیاسی جماعتوں کا وجود

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کا کوئی وجود نہیں ہے اور جو لوگ اسلام میں جمہوریت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اسلام کی تعلیمات سے نا آشنا ہیں۔ اسلام ایک فطری دین ہے اور جمہوریت فطرت کے بھی خلاف ہے کیونکہ جس نظام حکومت میں ملک کے چیف جسٹس اور ایک جاہل اور اجڈ دیہاتی کی سیاسی رائے کی ایک حیثیت ہو وہ نظام فطری کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسری وجہ اسلام میں جمہوریت کے نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ جمہوریت سیاسی جماعتوں کے بغیر نہیں چل سکتی اور اسلام میں سیاسی جماعتوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اسلام تو دنیا میں مختلف سیاسی جماعتوں کو ختم کر کے وحدت ملی کا نظام ختم کرنے کے لئے آیا تھا نہ کہ امت واحدہ کو مختلف سیاسی جماعتوں میں تقسیم کرنے کے لئے تاکہ آئے روز کی سر پھٹول رہے۔

بعض نام نہاد سیاسی جماعتیں یہ کہتی ہیں اور ان میں سے ایک نے عدالت عالیہ میں یہ بیان بھی دیا تھا کہ خود صحابہ کرامؓ میں بھی تین سیاسی پارٹیاں تھیں۔ ایک مہاجرین دوسرے انصار اور تیسری سیاسی پارٹی بنو ہاشم کی تھی۔ ان کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے اور میرے خیال میں وہ سیاسی جماعت کی تعریف سے بھی ناواقف ہیں۔ موجودہ جمہوری دور میں سیاسی پارٹی میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ رضاکارانہ تنظیم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہریوں کا ایک منظم گروہ جو ایک ہی سیاسی عقیدہ رکھتا ہو اور جو سیاسی اتحاد کے ذریعہ اقتدار و حکومت کے حصول کی کوشش کرتا ہو۔

۲۔ اس کی تشکیل مخصوص سیاسی عقیدہ کی بنا پر ہو یعنی جو کسی اصول یا پالیسی کی بنا پر منظم ہو اور جو آئینی ذرائع سے حکومت سنبھالنے کی کوشش کرے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس کی تشکیل کا مقصد اقتدار کا حصول ہو۔

اب جو لوگ مہاجرین و انصار اور بنوہاشم کو موجودہ سیاسی جماعتوں کے مماثل قرار دے رہے ہیں ان کو عقل کے ناخن لے کر یہ سوچنا چاہیئے کہ جب مہاجرین اور بنوہاشم مکہ کے گلی کوچوں میں مخالفین سے پٹ رہے تھے اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے تو وہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے برداشت کر رہے تھے کہ وہ کسی نہ کسی وقت کاروبار مملکت پر قابض ہوں اور نظام حکومت ان کے ہاتھ میں ہو۔ مہاجر و انصار تو ان کے صفاتی نام تھے سیاسی نام تو نہ تھے اور نہ ہی ان کا مقصد اور غرض کوئی سیاسی فائدے کے حصول کا تھا۔ نہ ان لوگوں میں کوئی حزب اقتدار تھا اور نہ کوئی حزب اختلاف۔ ان میں ہر ایک حکومت کی سیاسی پالیسی پر تنقید کرتا تھا لیکن مہاجر اور انصار ہونے کے ناطے نہیں بلکہ مسلمان اور ایک اسلامی مملکت کا شہری ہونے کے [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Agree to Differ) نہیں تھا بلکہ تنقید برائے اجتماع (Differ to Agree) تھا۔ ان کے سیاسی عقیدے الگ الگ نہیں۔ ان کا ایک ہی عقیدہ اور ایک منشور تھا۔

بعض حضرات مہاجرین اور انصار کی بجائے عرب کے مختلف قبائل کو سیاسی جماعتوں کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ اور اوس اور خزرج انصار کے ان دو قبائل کی باہمی رقابت کو سیاسی اختلاف پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے۔ اوس و خزرج میں جو باہمی رقابت اور آویزش تھی وہ اسلام لانے کے بعد محبت اور آمیزش میں تبدیل ہو گئی تھی۔ یہ تو انصار کے دو قبیلے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انصار اور مہاجرین میں جو باہمی اخوت پیدا کی تھی۔ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کیا ایسی محبت اور اخوت مختلف منشور رکھنے والی سیاسی پارٹیوں میں پیدا ہو سکتی ہے؟ قرآن تو ان لوگوں کے بارہ میں رحماء بینھم کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور آج کل کے نام نہاد اسلامی جماعتوں کے لوگ انہیں مختلف سیاسی پارٹیوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

جمہوریت کی خرابیاں اور مفاسد چونکہ عیاں ہیں، لہذا بعض حضرات یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جمہوریت واقعی کوئی اچھا نظامِ حکومت نہیں اور اسلام میں واقعی کوئی جمہوریت نہیں لیکن چونکہ اس وقت بیشتر ممالک میں جمہوری نظام رائج ہے اور ترقی یافتہ ممالک کی خواہش بھی یہ ہے کہ پوری دنیا میں جمہوری نظام ہو، لہذا جمہوریت کو مشرف باسلام کر کے رائج کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مغالطہ ہے جو جمہوریت کے نظام سے ناآشنائی کی وجہ سے ان کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کو مشرف باسلام نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جمہوریت میں مقتدر اعلیٰ جمہور ہیں جب کہ اسلام میں مقتدر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ اسلام میں کوئی انسان مقتدر اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جمہوریت میں پانچ ارکان ہیں جن پر جمہوریت کی یہ عمارت کھڑی ہے۔ وہ پانچ ارکان یہ ہیں۔

۱۔ حق بالغ رائے دہی بشمول خواتین

۲۔ سیاسی پارٹیوں کا وجود

۳۔ ہر ایک کے ووٹ کی یکساں قیمت

۴۔ درخواست برائے نمائندگی اور اس کے جملہ لوازمات

۵۔ کثرت رائے سے فیصلہ

ان پانچ چیزوں کے بغیر جمہوریت کی گاڑی ایک قدم بھی نہیں چل سکتی جبکہ اسلام کے نظام حکومت میں ان ارکان میں کسی ایک کو بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا کسی صورت میں بھی جمہوریت کو مشرف باسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسلامی نظام خلافت اور جمہوریت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

مختصر یہ کہ جمہوریت اس وقت دنیا کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک نہایت خوبصورت سانپ ہے جو اوپر سے بہت خوبصورت ہے لیکن اندر سے نہایت زہریلا جو اخلاق، معاشرہ اقتصادیات اور مذہب سب کو ڈس کر بھسم کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ اس نظام میں ووٹوں کے ذریعہ پاکستان میں اسلام آنے کی امید لگائے بیٹھے ہیں وہ جنت الحمقاء میں بستے ہیں۔ اور ان کا یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

جمہوریت کے بارہ میں سب سے زیادہ افسوس علمائے کرام پر آتا ہے جن میں سے بعض نے اپنی سادگی کی وجہ سے اور بعض نے دولت دنیائے دوں کی حرص میں اس کو عین اسلام بنا دیا اور ملک میں ان کی سرگرمیوں کا واحد نقطہ ارتکاز جمہوریت کی بحالی بن کر رہ گیا۔ جماعت کی پیشانی پر لیبل اسلام کا لگایا۔ چندے اسلام کے نام پر کھائے۔ جہازوں کی سیر اسلام کے نام پر کی اور اب خدمت بحالی جمہوریت کی ہو رہی ہے۔ اب اسلام کا نام بھی نکل گیا اور صرف اور صرف جمہوریت کا نام باقی رہ گیا۔ گویا جمہوریت اسلام سے بھی بڑی کوئی چیز ہے۔ پھر جمہوریت کی بحالی کے لئے ان جماعتوں سے بھی تعاون کیا جا رہا ہے جو اسلام کے سراسر خلاف ہیں۔ جن کے نزدیک حاکمیت اللہ تعالیٰ کی نہیں بلکہ عوام کی ہے۔ اور جن کے نزدیک اسلام ایک قصہ پارینہ ہے اور علماء کا طبقہ رجعت پسند ہے۔ جو برسر عام اسلام کی مخالفت اور علماء پر دشنام طرازی کرتے رہتے ہیں۔ ان جماعتوں سے اسلام کے لئے نہیں کیونکہ اسلام کے تو وہ خود مخالف ہیں، صرف اور صرف بحالی جمہوریت کے لئے تعاون کا ہاتھ بڑھائے ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ اسلام کے بارہ میں اور بے غیرتی کیا ہو گی۔ ان حضرات کو قرآن و سنت سے صرف جمہوریت کی بحالی کا حکم ہی دیا گیا اور قرآن و حدیث کی کتابوں میں انھیں صرف جمہوریت ہی نظر آئی۔

بلاشبہ قرآن ہدایت ہے، لیکن آدمی کا اپنا چہرہ جس قدر صاف ہو گا اتنا ہی زیادہ وہ آئینہ میں دکھائی دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں سے بھی آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے۔ جو وہ اس سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن ۔ کے ذریعہ بے راہ رو ہوئے ہیں اور امت مسلمہ کو بھی بے راہ رو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قرآن کے ذریعہ بے راہ رو ہونے کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو وہ ہے کہ آدمی قرآن میں سے ایسی باتیں ڈھونڈ لے جو اس کے لئے قرآن پر ایمان نہ لانے کا بہانہ بن جائیں۔ مگر جو لوگ قرآن کو مانتے ہیں وہ بھی اس خطرہ سے محفوظ و مصئون نہیں۔ اس کی ممکنہ صورتوں میں سے ایک وہ ہے جس کا نام قرآن نے تحریف رکھا ہے، یعنی سب کچھ جاننے کے باوجود محض اپنی غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کلام الٰہی کے الفاظ یا اس کے معانی کو تبدیل کر دینا۔ (برہ-۷۵)

دوسری شے اقتسام ہے۔ (حجر: ۹) کے معنی ہیں تقسیم کرنا، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو پوری کل میں قبول نہ کیا جائے بلکہ اپنی خواہشات کے مطابق ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کے بعض حصوں کو لیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے۔

تیسری صورت وہ ہے جس کو قرآن میں مضاہاۃ کہا گیا ہے۔ (توبہ: ۳۰)

مضاہاۃ کے معنی عربی زبان میں مشاکلۃ الشی بالشی کے آتے ہیں۔ (لسان العرب) یعنی کسی شے کو دوسری شے کے ہم شکل قرار دینا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کے خیالات سے متاثر ہو کر یا دنیوی مصلحتوں کی بنا پر ان کی بات یا نظریہ کو اپنا لیا جائے اور اس کو اس طرح پیش کیا جائے گویا وہ خدائی تعلیم کے عین مطابق یا اس کے مشابہ ہے۔

جہاں تک پہلی صورت (تحریف) کا تعلق ہے اس کی بنیاد مکمل طور پر بد نیتی پر قائم ہے اور سب لوگ اس کی برائی سے بخوبی واقف و آشنا ہیں، لیکن دوسری اور تیسری صورت کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ یہ فتنہ کبھی کبھی اچھے خاصے نیک نیت لوگوں میں بھی اس طرح چپکے سے داخل ہو جاتا ہے کہ انہیں خبر نہیں ہوتی اور اپنا کام تمام کر کے بالآخر انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔ جمہوریت کے بارہ میں بھی بعض علماء سے بھی تیسری صورت صادر ہوئی ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ جس طرح سوشلزم صرف اس چیز کا نام نہیں کہ ایسا معاشرہ اور سماج پیدا کیا جائے جس میں کوئی شخص کسی سے نفع کا طالب نہ ہو یا ایسا معاشرہ پیدا کیا جائے جس میں ہر شخص کو اشیائے ضرورت اس کی حسب خواہش ملتی رہیں بلکہ سوشلزم کے پیچھے ایک فلسفہ ہے، ایک تاریخ ہے اور ایک نظریہ ہے جس کے تحت یہ وجود میں آیا۔ اسی طرح جمہوریت بھی صرف کثرت و قلت کا نام نہیں بلکہ یہ بھی ایک ایسا نظریہ ہے جو غیر اسلامی اور خدا بیزار ہے اور ایک انسان کی پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ اور اولین اصول ہی خدا کی حاکمیت کو ختم کر کے عوام کی حاکمیت کو قائم کرنا ہے جو کہ سراسر کفر، شرک اور زندقہ ہے۔

جب جمہوریت میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی نہیں بلکہ جمہور کی ہوتی ہے کیونکہ جمہوریت میں انسان کے ماوراء کسی اور ہستی کو مقتدر اعلیٰ اور حاکم اعلیٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس میں اکثریتی پارٹی کی حکومت ہوتی ہے جو اپنی مرضی سے اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت بناتی ہے۔ پھر جمہوریت میں ریاست اور قومیت کا تصور ہے، ملت کا کوئی تصور نہیں۔ جبکہ اسلامی نظام میں ملت کا تصور ہے کیونکہ اس کا مقصد عمدہ عالمی نظام قائم کرنا اور اس کی تعمیر و بلندی ہے کیونکہ اسلام کا پیغام نہ وطنی ہے، نہ قومی اور نہ ہی کسی مخصوص سرزمین کے لوگوں کے لئے ہے بلکہ اس کا پیغام تمام دنیا کے لوگوں کے لئے ہے۔ ان تمام غیر اسلامی عناصر کے ہوتے ہوئے معلوم نہیں پھر ہماری اسلامی نظام کی علمبردار جماعتیں جمہوری نظام حکومت کی مضبوطی (Stability) اور اس کی قیام کے لئے کیوں زور دے رہی ہیں۔ اسلام کا نام تو صرف ان کی زبانوں تک ہے ان کے دل میں جمہوریت ہی بس رہی ہے۔ اور وہ اسی کا پرچار کر رہے ہیں۔ انہیں پتہ نہیں کہ اسلام میں ملت کا تصور قومیت کے اس محدود نظریہ کو رد کرتا ہے جس کی بنیاد جمہوریت میں جغرافیائی اتصال، یا نسل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ورنگ اور لسانی اتحاد پر ہے۔ کیونکہ اسلام میں علاقائی، نسلی اور لسانی تعصب کی کوئی گنجائش نہیں۔ مشرقی پاکستان کا مغربی پاکستان سے الگ ہو جانا صرف اور صرف جمہوریت کی بنا پر تھا کیونکہ ان دونوں علاقے کے لوگوں نے اپنے کوملت کے تصور سے الگ کر کے جمہوریت کے قومیت کے تصور کے تحت سوچنا شروع کر دیا تھا۔ اب بھی بعض لیڈر حضرات آئے دن یہ بیان دیتے رہتے ہیں کہ موجودہ پاکستان میں ایک قوم نہیں بلکہ چار قومیں بس رہی ہے پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان حالانکہ اسلام کے تصور ملت کے تحت یہ ایک ہی قوم ہے۔ جب ہمارے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قومیت اور وطنیت کے بتوں کی پوجا کی ترغیب دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے علاوہ جمہور کی حاکمیت کا پرچار کیا جاتا ہے تو ان نام نہاد اسلامی جماعتوں کے لیڈروں کا خون کیوں نہیں کھولتا۔ اور کیوں ان کی زبانیں اس کے خلاف بیان دینے میں گنگ ہو جاتی ہیں۔ بات دراصل اسلام کی نہیں بلکہ جمہوریت کی ہے جس کو یہ لوگ مغربی اور امریکی استعمار کی تقلید میں ملک میں مضبوط (Stabletize) کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ

۱۔ جمہوری نظام میں حاکمیت عوام کی نہیں ہوتی اور نہ ہی جمہور کی ہوتی ہے۔ (جمہور کی حاکمیت کا صرف ایک دعویٰ ہے) بلکہ ان پیشہ ور سیاست دانوں کی ہوتی ہے جو ہر وقت عوام کی رائے سے کھیلتے اور عوام کو اس نعرہ سے اُلو بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جمہوریت میں عوام کا اختیار صرف ووٹ دینے کا ہے۔ ووٹ حاصل کرنے کے بعد جب منتخب شدہ اراکین اسمبلی۔ اسمبلی میں جاتے ہیں تو حاکمیت اصلی ان کی بن جاتی ہے۔ پھر عوام کی نہ تو کوئی حاکمیت رہتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی اختیار۔ وہ بے چارے بے بس ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ لوگ جو ممبران اسمبلی کہلاتے ہیں ذرائع ابلاغ اور دولت کے وسائل پر قابض ہو کر اپنی خواہشات کے مطابق قانون سازی کرتے ہیں۔ اس مدت میں اگر عوام کے مفادات کے خلاف بھی قانون بنائیں جو وہ اکثر بناتے ہیں تو عوام ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسی وجہ سے ہمارے اسلامی اور غیر اسلامی سیاست دان جمہوریت سے چمٹے رہنا پسند کرتے ہیں اور دن رات اپنی تقریروں دل میں اس کی مضبوطی کا رونا روتے رہتے ہیں۔

۲۔ ہمارے لیڈروں کی جمہوریت سے وابستگی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جمہوریت میں سیاست ایک نفع بخش کاروبار ہے۔ اس میں کوئی سیاست دان یا لیڈر اگر کرسی اقتدار پر براجمان ہو جائے تو چند دنوں میں اس کی کایا پلٹ جاتی ہے کیونکہ دولت کے وسائل پر قابض ہو کر یا ہارس ٹریڈنگ (Horse Trading) کے ذریعے اتنی دولت اکٹھی کر لیتا ہے کہ پھر اس لیلائے اقتدار سے ہم کنار ہونے کے لئے اس کے پاس کافی سرمایہ اکٹھا ہو جاتا ہے اور پھر ساری عمر وہ سیاست بازی کا شوق پورا کرتا رہتا ہے۔ لہذا جو کاروبار اتنا منافع بخش ہو اس کو یہ لوگ کیوں چھوڑ دیں، کیونکہ قوم کو اُلو بنا کر کم مدت میں اتنی زیادہ دولت کمانے کا اور کوئی نسخہ کیمیا الیکشن اور جمہوریت نہیں ہے۔

۳۔ اکثر سیاسی لیڈر اور علماء کرام کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہیں کہ جمہوریت ایک نظام کفر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اور اسلامی نظام خلافت اور مغربی جمہوریت میں کتنا بعد ہے۔ وہ بیچارے جمہوریت کو صرف اکثریت کی حکومت ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے پس پردہ جو جمہوری نظام کار فرما ہے جس کی طرف ہم نے گذشتہ صفحات میں کچھ اشارہ کیا ہے، اس سے وہ قطعی طور پر ناآشنا ہیں۔ لہٰذا وہ جمہوریت کو اسلامی اصولوں پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ ایک تو مغربی اور امریکی حکومتوں کی آشیر باد رہے دوسرے انہیں الیکشن لڑنے کی آسانی رہے کیونکہ اسلامی نظام خلافت میں آج کل کے یہ لیڈر قوم وملت کے راہ نما بننا تو بڑی بات ہے ان کے حاشیہ بردار اور چپڑاسی ہونے کے بھی قابل نہیں۔ پھر ان جاگیرداروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں میں جو اخلاقی اور دینی خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کی وجہ سے یہ الیکشن میں امیدوار ہونے کے بالکل نہیں ہیں۔ اس وجہ سے انہیں جمہوریت اچھی لگتی ہے جو ان کے سارے اخلاقی عیوب کو اپنے دامن عفو میں چھپا کر ہر بار رکن اسمبلی بنوا دیتی ہے۔ اور اسلامی نظام انہیں وارہ نہیں کھاتا کیونکہ اسلامی نظام ریاست میں نہ وہ رکن اسمبلی ہوسکتے ہیں اور نہ انہیں اور کوئی عہدہ مل سکتا ہے۔

اور ہمارے علمائے کرام ان کو بھی اسلامی نظام وارہ نہیں کھاتا کیونکہ اسلامی نظام ریاست میں کوئی سیاسی جماعت نہیں۔ اور نہ کوئی الیکشن وغیرہ ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنی الگ کوئی سیاسی جماعت نہیں بنا سکتے اور نہ ہر چار پانچ سال کے بعد اپنی جماعت کو الیکشن کی بھٹی میں جھونک کر دولت سمیٹ سکتے ہیں۔

کچھ لیڈران کرام کو یہ خطرہ ہے کہ اگر واقعی اسلامی نظام آگیا تو ان کی بڑی بڑی جاگیریں جو سیاسی غداری کے عوض انہیں انگریزوں سے ملی تھیں اور جن کی وجہ سے وہ آج سیاسی قطب مینار بنے ہوئے ہیں اور اپنے مزارعوں کا خون چوس کر اپنی ناجائز دولت کے باعث ملت اسلامیہ کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں، سب ضبط ہوجائیں گی۔ علاوہ ازیں ان کے دوسرے سیاسی مفادات اور اقدار کو بھی اسلام سے سخت خطرہ لاحق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اسلام کے نعرہ کے بغیر ان کا سیاسی کاروبار نہیں چل سکتا۔ اس وجہ سے اسلام کے نعرہ کی آڑ میں جمہوریت کو ہی عین اسلام یا اسلامی جمہوریت ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور بیچاری قوم ان کے ان جھوٹے نعروں کے فریب میں آجاتی ہے۔ حالانکہ نہ وہ اسلام چاہتے ہیں اور نہ ان کی روزمرہ کی زندگی میں اسلام کا کوئی جزا ثومہ نظر آتا ہے۔ ان کو اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔

یہ نام نہاد علماء جو صرف اور صرف خلاف اسلام پارٹیوں سے تعاون کرتے ہیں اور ان کے غیر اسلامی نظریات کی بالواسطہ یا بلاواسطہ حمایت کرتے ہیں ان کو اسلامی نظام سے کیا واسطہ ہوسکتا ہے۔ جو پارٹی بھی جمہور کی حاکمیت جیسے نظریہ پر یقین رکھتی ہے۔ جو کہ خالص شرک ہے، اس کے ساتھ اگر اسلامی نظام کے قیام کا دعویٰ کرنے والے علماء اگر تعاون کرکے اس خیال میں مبتلا ہیں کہ وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کروالیں گے، وہ احمقوں کی جنت میں بس رہے ہیں۔

۴۔ کچھ سیاست دان بیرونی طاقتوں کے ایجنٹ ہونے کے ناطے ملک میں جمہوریت کے خواہاں ہیں کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان لادینی سیاسی نظریات میں الجھے رہیں اور بیرونی طاقتوں کو ملک میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البنایہ شرح ہدایہ (عربی)

یہ علامہ عینی مصریؒ شارح بخاری کی تصنیف ہے۔ ہدایہ کی تمام شروح کی نسبت زیادہ مفصل۔ نافع اور جامع ہے۔ ہدایہ کی عبارت حل کرنے اور فقہ و حدیث کے مباحث لانے میں بے مثال ہے، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

" وھو من انفع الشروح حلا لغوامض الکتاب ثم جمعًا بین ابحاث الفقہ و الحدیث (مقدمہ نصب الرایۃ ص۱۵)" اور حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی دامت برکاتہم لکھتے ہیں۔

" وشرحہ ھذا یفوق علی شروح الآخرین فانہ جعل الکتاب ممزوجا فی شرحہ لا یترک کلمۃ الا شرحہا ولا معضلۃ الا فتحہا۔ یسوق الدلائل ویوضح المسائل ویبین اللغات ویظھر التراکیب واعراب الکلمات ویستدل بالاحادیث والآثار ویتکلم فی رواۃ الاخبار ولا یصطبر قلمہ السیال حتی یبین کل ما یحتاج الیہ الطالبون وفحول الرجال (مقدمہ البنایۃ ص۶)"

ہدایہ کی یہ بے بدل شرح تصحیح کے پورے اہتمام اور بقدر ضرورت عربی حاشیہ کے ساتھ ہمارے ہاں زیر طبع ہے۔ حاشیہ میں احادیث کی تخریج بھی ہے۔

ہدایہ جزو اول کتاب الحج کے آخر تک پانچ ضخیم جلدیں (تقریباً اڑھائی ہزار صفحات) طبع ہو چکی ہیں۔ باقی زیر تصحیح و طباعت ہیں۔ پانچ مجلد جلدوں کی عام قیمت -/۸۷۰ روپے ہے۔

اہلِ علم کیلئے خاص رعایت ہو گی۔

ناشر

مکتبہ حقانیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ۔ ملتان پاکستان

فون نمبر ۴۱۰۹۳

© rasailojaraid.com